OPEN ACCESS
AL-EHSAN
ISSN: 2410-1834
www.alehsan.gcuf.edu.pk
PP: 9-23

تفسیر نعیمی میں صوفیانہ افکار کا تجزیاتی مطالعہ

Analytical study of Sufi thoughts in Tafseer Naeemi

Dr. Muhammad Atif Aslam Rao

Assistant Professor, Departement of Islamic Studies,

Karachi Unversity, Karachi

Abstract

The article entitled "Analytical study of Sufi Thoughts in Tafseer Naeemi" Consists of two parts. In first part the introduction of the writer tafsir Naeemi is stated and performaed tribute on this great contribution. In the second part Sufi Thoughts are exploered and its analysis is made. Because it is capital need of modern age to study the Tasawwuf Teaching, and also the Exegesis of the Holy Quran which are expleained and interpreted in light of Sufi Thoughts. So in this Tafsir the Concepts of Tasawwuf fundamental are mentioned. So in this article the Sufi Thoughts lying present inTafseer Naeemi have been discussed in an analytical and research manners.

Keywords: *Sufi thoughts, Tafseer Naeemi, Exploered, Capital, Modern Age, Tasawwuf*

قرآن کریم دین حنیف کا آخری صحیفۂ ہدایت ہے جسے اللہ رب العالمین نے رسولِ کامل ﷺ پر نازل فرمایا جو تمام علوم کا سرچشمہ وعلوم کا مطلع ہے کہ کائناتی علوم میں سے کوئی ایسا علم

نہیں جسے اس میں بیان نہ کر دیا گیا ہو۔ اس میں علومِ ارضیہ و سماویہ کی ترتیب کا حسن واضح طور پر بتا رہا ہے کہ بجز علام الغیوب کے اور کوئی ایسا کلام کہنے پر قادر نہیں ہو سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ علوم و فنون کے طالب بجز اس کے کسی اور مشرب کا انتخاب نہیں کرتے۔

فقیہہ حلال و حرام کے احکام کے استنباط کے لیے، علم فلکیات کا عالم اجرامِ سماویہ کی حرکت و سکون کے لیے، نحوی حرکات و سکنات کے اصول وضع کرنے کے لیے، مفسر نظم قرآن اور تفسیری نکات کا پردہ اٹھانے کے لیے اور علم طریقت واخلاق کا سالک تزکیۂ باطن اور معرفت الٰہی کے لیے اس کتاب مقدس کے فرامین کو بنیاد بنا کر اپنا مقصدِ تخلیق پورا کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم کو جس نے جس مقصد کے لیے پڑھا اس نے اپنا مدعا اور مقصود پا لیا۔

اُردو تفاسیر میں مذکور کلامی، سماجی، معاشرتی و معاشی مسائل اور سائنسی علوم پر تحقیقی کام سامنے آیا ہے تاہم عصرِ حاضر کی اس اہم ضرورت کو پیش نظر رکھتے ہوئے اصلاح معاشرہ کے لیے تصوف و سلوک کی راہ کے علاوہ کوئی دوسری ایسی راہ نہیں پائی جو مفید و مثبت کردار ادا کرنے والی ہو۔

دور حاضر کے فتنوں میں ایک اہم فتنہ الحاد بے دینی اور شدت پسندی ہے جس کے کئی اسباب ہیں اور ان میں سے ایک قرآن کریم سے دوری اور دوسرا صحبت صالح، تصوف سے ناآشنائی بھی ہے، آج کل ہر کس و ناکس قرآن کی من مانی تفسیر و توضیح کر کے اپنی خواہش نفس کی پیروی کر رہا ہے اور اس کے ذریعے عوام کے عقائد و نظریات کو خراب کر رہا ہے۔ چنانچہ ضرورت اس امر کی ہے کہ قرآن کریم کی مستند تفاسیر اور ساتھ ساتھ تصوف اور اہل خانقاہ کی تعلیمات سے استفادہ کیا جائے۔

عمومی طور پر مفسرین نے قرآن مجید کی تفسیر بیان کرتے ہوئے دو امور کو مد نظر رکھا۔ ایک نظم قرآن کا ظاہری مفہوم جبکہ دوسرا اس سے حاصل ہونے والے مخفی اسرار و رموز۔ اُردو تفاسیر میں تفسیر نعیمی، تفسیر قرآن میں صوفیانہ افکار کا حسین امتزاج ہے کیونکہ مفسر مفتی احمد یار خان نعیمی نہ صرف خود ایک صاحب سلسلہ بزرگ تھے بلکہ آپ نے صوفیانہ طرزِ تبلیغ کے فروغ کے لئے تفسیرِ قرآن کو باطنی اصلاح کا ذریعہ بنایا اور آیات کے ذیل میں صوفیانہ تفسیر بھی بیان کی۔

چنانچہ اس مقالہ میں قرآن اور تصوف کے تعلق کو بیان کیا جائے گا تا کہ عصر حاضر میں عوام کو ذہنی انتشار سے بچایا جاسکے اور ساتھ ساتھ باطنی امراض کی نشاندہی کی جاسکے اور تفسیر نعیمی کے محاسن اور صوفیانہ جہات کو واضح کیا جاسکے۔

موضوع پر سابقہ کام کا جائزہ:

پاکستانی جامعات میں معاصر وغیر معاصر عربی و اُردو تفسیری ادب میں سیرت، فقہ و قانون، سماجی و معاشرتی علوم، کلامیات و جدید سائنسی علوم اور تصوف کے حوالے سے مختلف تحقیقی کام سامنے آئے ہیں جیسا کہ جامعہ ہزارہ میں تفسیر بیان القرآن، تدبر القرآن، صوفی عبد الحمید خان سواتی کے دروس القرآن میں صوفیانہ مباحث کا جائزہ، ایم۔ فل لیول پر پیش کیا گیا تاہم تفسیر نعیمی میرے خیال میں وہ تفسیر ہے جس پر خصوصاً تصوف کے حوالہ سے کوئی تحقیقی کام سامنے نہیں آیا ۔لہٰذا اس مقالہ میں کوشش کی گئی ہے کہ مفسر کی اس جہت سے خدمات کا ذکر کیا جائے۔ زیرِ نظر مقالہ کے اجزائے ترکیبی حسب ذیل ہیں:

۱۔ مفسر کی مختصر سوانح وخدمات

۲۔ تفسیر نعیمی میں صوفیانہ افکار کا تجزیاتی مطالعہ

مفسر کی مختصر سوانح وخدمات:

مفتی احمد یار خان نعیمی ۴ جمادی الاولیٰ ۱۳۱۴ھ بمطابق یکم مارچ 1894ء کو محلہ کھیڑہ بستی اوجھیانی (ضلع بدایوں، یوپی ہند) (۱) میں صبح صادق کے وقت پیدا ہوئے، آپ کا تعلق ضلع بدایوں تھا اسی لئے بدایونی کہلائے۔

مفتی احمد یار خان تین سال گیارہ ماہ ایک دن کے ہوئے تو آپ کی تسمیہ خوانی خاندانی رسم ورواج کے مطابق ۱۸۹۸ء مطابق ۱۳۱۸ھ بدایوں کے ایک بڑے بزرگ عبد القدیر میاں کے ذریعہ ہوئی۔ مفتی صاحب نے قرآن مجید، دینیات، فارسی، اور درس نظامی کی ابتدائی تعلیم اپنے والد سے پائی۔ آپ ۱۳۲۵ھ میں اوجھیانی سے نکل کر بدایونی شہر کے مدرسہ شمس العلوم میں داخل ہوئے جہاں آپ نے تین سال تک علامہ قدیر بخش بدایونی کی نگرانی میں تعلیم حاصل کی۔ والیان ریاست کے قائم کردہ ادارہ دار العلوم مینڈھو میں ملا حسن تک کی تعلیم حاصل کی۔(۲) ۱۳۳۲ء میں اپنے چچا زاد بھائی کی وساطت سے جامعہ نعیمیہ مراد آباد میں داخل ہوئے۔(۳) جامعہ نعیمیہ مراد آباد میں آپ نے جن اساتذہ سے کسب فیض کیا ان میں علامہ عاشق الٰہی، مولانا مشتاق احمد میرٹھی، صدر

الافاضل سید نعیم الدین مراد آبادی قابل ذکر ہیں۔یہاں کی تعلیم نے آپ کو محدث، محقق، مفسر، مفتی، مصنف، مناظر، مقرر، مفکر، شاعر بنادیا۔ آپ نے اپنے اساتذہ سے چوبیس علوم میں مہارت حاصل کی۔ بعد دستار فضیلت صدر الافاضل سید نعیم الدین مراد آبادی نے آپ کو تدریس و خدمتِ افتاء سپرد کر دیں۔(۴) مفتی نعیمی اپنے استاد صدر الافاضل مفتی سید محمد نعیم الدین مراد آبادی (خلیفۂ اعلیٰ حضرت) کے ہاتھ پر بیعت ہوئے۔ آپ اپنے شیخ سے بے پناہ محبت رکھتے اور اکثر فرمایا کرتے تھے:

"میرے پاس جو کچھ ہے سب حضرت صدر الافاضل کا عطا کردہ ہے۔"(۵)

صدر الافاضل نے حضرت علامہ سید ابو البرکات کی وساطت سے آپ کو بھکھی ضلع گجرات (پاکستان) سید جلال الدین شاہ کے دار العلوم جلال الدین شاہ روانہ کیا مگر حضرت مفتی صاحب کو یہاں کوئی وابستگی پیدا نہ ہو سکی اور آب و ہوا راس نہ آئی اس لئے وہ وطن جانے کے لئے آمادہ ہو گئے مگر سید محمود شاہ ابن پیر سید ولایت شاہ نے سید ابو البرکات کی وساطت سے حضرت مفتی صاحب کو دار العلوم انجمن خدام الصوفیہ گجرات (پاکستان) کو جانے کے لئے آمادہ کر لیا وہ گجرات کیا گئے کہ گجرات ہی کے ہو کر رہ گئے۔ علم المیراث کے علاوہ حضرت مفتی صاحب کی تمام تصنیفات و تالیفات اسی دار العلوم انجمن خدام الصوفیہ میں تصنیف ہوئیں یہ دور مفتی صاحب کی زندگی میں بڑی اہمیت کا حامل ہے۔(۶) علم و عرفان کا یہ سورج ۳ رمضان المبارک ۱۳۹۱ھ بمطابق ۲۴ اکتوبر ۱۹۷۱ء کو ۷۷ سال کی عمر میں چند روز بستر علالت پر رہ کر غروب ہوا۔ آپ کی نماز جنازہ علامہ ابو البرکات محمد احمد قادری نے پڑھائی اور آپ کو گجرات صوبہ پنجاب پاکستان کے علاقہ چوک پاکستان میں دفن کیا گیا۔

تصنیفات و تالیفات:

مفتی احمد یار خان نعیمی اپنے وقت کے بہت عظیم مصنف و صوفی تھے۔ کہا جاتا ہے کہ آپ کی تصنیفات کی تعداد ۵۰۰ کے لگ بھگ ہے بعض لوگوں کی نااہلی کے باعث متعدد تصانیف ضائع ہو گئیں اور متعدد زیور طبع سے آراستہ ہونے کی منتظر ہیں۔ آپنے علم تفسیر، حدیث، فقہ، منطق، فلسفہ، اسماء الرجال، نظمیات، علم توقیت، اور ردِ باطل عقائد وغیرھا میں کتابیں تصنیف کیں۔ آپنے جو کتاب بھی لکھی بلا مبالغہ وہ اپنی مثال آپ ہے، عوام ہوں یا علماء سب کا آپ کے قلم

مبارک کے سامنے سر تسلیم خم ہے۔ اس کا اندازہ صحیح معنوں میں وہی لگا سکتا ہے جس نے آپ کی کتب کا بغور مطالعہ کیا ہو۔

خصوصاً تفسیر نعیمی جو کہ آپ کی زندہ کرامت ہے اور مقبول بارگاہ ہے کہ بعض مقامات کے متعلق خود حضور سید عالم ﷺ نے خواب میں آکر ارشاد فرمایا کہ "اس جگہ یہ لکھ دو اس جگہ وہ لکھ دو۔" مفتی صاحب لکھتے ہیں کہ:

> "بارہا کا تجربہ ہے کہ ہم کسی مسئلہ میں اٹک جائیں مسئلہ کتابوں سے حل نہ ہو تو حضور انور ﷺ خواب میں یا الہام سے یا اور ذریعوں سے بتا سمجھا دیتے ہیں۔ حضور انور ﷺ کی پہنچ ہر جگہ ہر وقت ہے۔"(۷)

آپ نے مختلف علوم و فنون پر متعدد کتب تصنیف فرمائی ہیں جن کی تفصیل درج ذیل ہے۔

تفسیر نعیمی

تفسیر گیارہویں پارے کے آخری ربع تک

علم المیراث

علم الفرائض پر ایک جامع تحریر ہے۔

جاء الحق وزھق الباطل

مکمل ۲ حصے مسائل اختلافیہ پر مدلل کتاب ہے۔

شان حبیب الرحمن من آیات القرآن

آیات قرآنیہ سے حضور ﷺ کی شان بیان کی گئی ہے

اسلامی زندگی

غیر اسلامی رسموں کے بیان اور ان سے بچنے کی ترغیب پر مشتمل ہے

سلطنت مصطفی

اس میں حضور سید عالم ﷺ کے کمالات و اختیارات کا بیان ہے

دیوان سالک

مفتی صاحب کے نعتیہ کلام کا مجموعہ ہے۔

علم القرآن

قرآن کریم کی بنیادی اصطلاحات کی شرح پر مشتمل ہے۔

اسرار الاحکام

شریعت اسلامیہ کے احکام و مسائل کی حکمتوں کا مجموعہ ہے۔

رسالۂ نور

نورِ مصطفوی کے بیان میں

رحمت خدا بوسیلہ اولیاء

مسئلہ استمداد و توسل پر مدلل رسالہ

مرآۃ المناجیح

مشکوٰۃ المصابیح کی اردو شرح ۸ جلدوں پر مشتمل ہے۔

نور العرفان

مکمل قرآن مجید پر تفسیری حاشیہ

نعیم الباری فی انشراح البخاری

بخاری شریف پر عربی حاشیہ (غیر مطبوعہ)

مواعظ نعیمیہ

آپ کے بیانات کا مجموعہ

نئی تقریریں

آپ کے بیانات کا مجموعہ

سفر نامہ ایران، عراق، حجاز و شام

خشکی کے راستے حج پر جاتے وقت کی یادوں پر مشتمل ہے۔

سفر نامۂ حجاز۔ سفر نامۂ حجاز ۲

سفر حجاز کی علیحدہ یادداشت پر محیط ہے۔

امیر معاویہ پر ایک نظر

حضرت امیر معاویہ کی شان و عظمت کے بیان پر ہے۔

الکلام المقبول فی طہارۃ نسب الرسول

سادات کرام کے فضائل پر

فتاویٰ نعیمیہ

آپ کے ہزارہا فتاویٰ میں سے تقریباً ۱۰۰ فتاویٰ کا مجموعہ

اکمال فی اسماء الرجال

اس کتاب کا ترجمہ کیا

صدرا اور حمد اللہ پر **حواشی لکھے**

رسالہ تصوف

۲۹ دروس القرآن

نقشۂ اوقاتِ صلوٰۃ

ایک اسلام

اسلام کی چار اصولی اصطلاحیں۔(۸)

اس کے علاوہ اور بہت سی کتب ہیں جو اب تک زیور طباعت سے آراستہ نہیں ہو سکیں۔

تفسیر نعیمی میں صوفیانہ افکار کا مطالعہ و جائزہ

مفتی احمد یار خان نعیمی سورہ فاتحہ کے آغاز میں ”الحمد للہ“ کی تفسیر صوفیانہ کے ذیل میں لکھتے ہیں:

صوفیا کرام فرماتے ہیں کہ حمد کے معنی ہیں محمود کے کمال کا ظاہر کرنا اور جو شخص یا جو چیز اپنے میں جو بھی کمال رکھتی ہے۔ وہ حقیقت میں رب ہی کا کمال ہے۔ لہٰذا دنیا کی چیزوں کے کمال کا ظہور خدا کی حمد ہے۔ اس کا مطلب صاف یہ ہوا کہ کوئی شخص زبان سے خدا کی حمد کرے یا نہ کرے، رب تعالیٰ کی حمد ہے۔ ایک بت پرست بت کو سجدہ کر رہا ہے اپنی حماقت سے اپنی اختیاری تعریف کو غلط جگہ صرف کر رہا ہے لیکن اس کے جسم کی بناوٹ اور اس کے ہاتھ پاؤں کی طاقت اور اس کی قوتِ گویائی غرض کہ اس کا ہر عضو اس کی ہر حرکت پکار پکار کر کہہ رہی ہے کہ میرا خالق بے نیاز ہے اور بزبان حال اس پر لعنت کرتی ہے کہ اندھے تو کیا کر رہا ہے۔ غرض یہ کہ اس کی بت پرستی کی حالت میں بھی اس کی غیر اختیاری حمد اللہ ہی کے لئے ہو رہی ہے۔

برگ درختان سبز در نظر ہوشیار — ہر ورقے دفترے است

معرفتِ کردگار

اگر یہ کمبخت خود اپنے کو پہچان لیتا تو بت پرستی کبھی نہ کرتا۔ یہی معنے اس حدیث کے ہیں۔من عرف نفسہ فقدعرف ربہ۔(۹)

گویا اس اقتباس میں صوفیانہ نکات بیان کرتے ہوئے مفتی نعیمی نے حمد کے معنی، اختیاری و غیر اختیاری حمد کا فرق، فارسی کے شعر سے اپنے موقف پر دلیل اور اپنی بات پر ایک روایت بطورِ استشہاد پیش کی ہے۔

مزید اسی آیت کے ذیل میں دوسری توجیہہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

دوسری توجیہہ صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ **لا موجود الا اللہ**۔ صرف حق تعالیٰ ہی موجود ہے۔ دنیا کی سب چیزیں اس کا سایہ اور اعتبار ہیں۔ اور سائے کی تعریف حقیقت میں سائے والے کی تعریف۔ لہٰذا جس کی تعریف کرو رب ہی کی تعریف ہے کیونکہ وہ اس کے وجود ہی کا ظل ہے۔ حقیقت محمدیہ اس کا اعتبار اوّل باقی سارا عالم اس کے اعتبارات بلاتشبیہہ یوں سمجھو کہ دھوپ میں ایک آئینہ رکھا ہے جس میں آفتاب کا عکس آرہا ہے۔ اس کے مقابلے میں کسی کوٹھڑی میں بہت سے رنگ برنگ آئینے رکھے ہیں۔ اس آئینے کی وجہ سے ان تمام آئینوں میں آفتاب کے عکس پہنچ رہے ہیں۔ لیکن چونکہ ان کے رنگ الگ الگ ہیں، لہٰذا مختلف رنگ سے سورج کے عکس نظر آرہے ہیں۔ دیکھو اصل تو وہ آفتاب ہے جو آسمان پر چمک رہا ہے۔ اس کا پہلا سایہ دھوپ والے آئینے میں ہے اور اس کے دیئے ہوئے عکس کوٹھڑی کے سارے آئینوں میں ہیں۔ اب ان عکسوں میں سے جس کے حسن و جمال اور نور کی تعریف کرو وہ حقیقت میں آسمان والے اصل سورج کی تعریف ہے۔ اسی طرح حقیقی نور حق تعالیٰ (**اللہ نور السموات و لارض**) حقیقتِ محمدیہ پہلا آئینہ باقی سارا عالم وہ کوٹھڑی والے رنگ برنگ کے آئینے ہیں۔ اب اگر بیچ میں یہ دھوپ والا آئینہ نہ ہو تو یہ کوٹھڑی کے آئینے سب بے نور رہ جائیں۔

اس حدیث کا یہی مطلب ہے کہ "**انا نور من نور اللہ و کل الخلائق من نوری**"۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ ساری حمد اللہ تعالیٰ کی ہے کیونکہ وہ خود ہی حامد خود ہی محمود اور خود ہی حمد ہے **لا موجود الا اللہ** ہماری اس تحریر سے حضور ﷺ کے ذرے ذرے میں موجود ہونے کا مسئلہ حل ہو گیا۔ اس مسٔلہ کو صوفیائے کرام مسئلہ وحدت الوجود کہتے ہیں حقیقت میں یہ مسئلہ کسی حال والے سے سمجھنا چاہیے قال کا دائرہ بہت تنگ ہے۔(۱۰)

چنانچہ ان دو الفاظ کی تفسیر میں قبلہ مفتی صاحب نے حمد کے ساتھ ساتھ وحدۃ الوجود اور نبی کریم ﷺ کے حوالہ سے حاظر وناظر کے مفہوم کو بھی واضح کر دیا۔

(۲)

"ایاک نعبد"

عبادت میں اخلاص شریعت کو محمود و مطلوب ہے۔بغیر اخلاص کے عبادت بیکار ہے چنانچہ اس ضمن میں مفتی صاحب اس آیت کے ذیل میں لکھتے ہیں:

"صوفیاء کرام کے نزدیک وہی عبادت کامل ہے جس میں فقط اللہ کو راضی کرنا منظور ہو اگر جنت لینے کے لیے یا دوزخ سے بچنے کے لیے عبادت کی تو وہ عبادت کیا ہوئی ایک قسم کا بیوپار ہوا۔ اس لیے فرمایا۔ ایاک اے اللہ تیری ہی عبادت کرتے ہیں۔یعنی ہماری عبادت سے مقصود صرف تیری ذات ہے۔ اسی وجہ سے نماز کی نیت میں کہا جاتا ہے کہ واسطے اللہ کے یہ نہیں کہتے کہ واسطے جنت کے یا واسطے جہنم سے بچنے کے نیز جو شخص جنت کے حاصل کرنے یا دوزخ سے بچنے کے لیے عبادت کرتا ہے۔ وہ اپنی عبادت کا نتیجہ قیامت سے پہلے نہیں دیکھ سکتا۔ کیونکہ جنت دوزخ کا معاملہ قیامت کے بعد ہے۔ لیکن جو صرف رب کی رضا کے لیے کرتا ہے اس کا مقصد آج ہی سے حاصل ہو گیا۔ لہٰذا یہ نفع میں رہا۔"(۱۱)

(۳)

"و ایاک نستعین"

صوفیاء کرام فرماتے ہیں کہ ایک درجہ ہمارے یہاں وہ بھی ہے کہ وہاں پہنچ کر انسان ظاہری اسباب پر بھی نظر نہیں رکھتا۔ بلکہ بعض موقعوں پر حق تعالیٰ سے بھی اپنی زبان سے عرض حال نہیں کرتا۔ تاکہ یہ دعائیہ الفاظ بھی آڑ نہ ہو جائیں۔ حضرت ابراہیمؑ جب نمرودی آگ کی طرف چلے تو حضرت جبرائیلؑ نے عرض کیا کہ کچھ آپ کو حاجت ہے فرمایا تم سے کچھ نہیں حضرت جبرائیلؑ نے عرض کیا رب ہی سے عرض کیجئے۔ فرمایا حسبی من سوالی علمہ بحالی یعنی وہ خود جانتا ہے اس کا جاننا کافی ہے۔ پھر میری عرض کی کیا ضرورت ہے۔ سبحان اللہ یہ وہ حالت ہے کہ جس میں دعا مانگنے سے بھی گریز ہے اس طرف اشارہ کیا جا رہا ہے و ایاک نستعین ہم تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں۔ خیال رہے کہ اولیاء کرام کی یہ حالت ہر وقت نہیں ہوتی۔

اگر درویش بر حالے بماندے　　　　سر دست از وہ عالم بر فشاندے

جب وقت امتحان ہو تو دعا نہ مانگنا اور راضی بر رضا رہنا عبادت ہے۔ اسی لیے امام حسینؓ کے لیے کسی نے دعا نہ کی۔ کہ خدایا کربلا کی مصیبت ان سے ٹال دے۔ اور جب بندگی کے اظہار کا وقت ہو تو ہر چیز رب سے مانگو یہاں تک کہ جوتے کا تسمہ بھی اس سے مانگو کیونکہ بندے کا کام مانگنا ہی ہے "تفسیر کبیر" اور "روح البیان" شریف نے اسی مقام پر فرمایا کہ حضرت خلیلؑ نے جب ایاک نستعین پر عمل کیا۔ تو ان پر نمرودی آگ گلزار بنادی گئی۔ تو جو مسلمان یہ عرض کرے تو ان شاء اللہ جہنم کی آگ اسے نقصان نہ پہنچا سکے گی۔ بلکہ جب مومن صراط سے گزرے گا۔ تو نار پکارے گی کہ تیرا نور ایمانی مجھے بجھا دیتا ہے۔ ایک وقت جنتی مسلمان گنہگار مسلمانوں کو نکالنے کے لیے جہنم میں جائیں گے ان پر آگ اثر نہ کر سکے گی۔(۱۲)

مذکورہ آیت کی تفسیر میں بڑی ہی خوبصورتی کے ساتھ مفتی صاحب نے اہل اللہ کے حال ومقام اور ان کی کیفیات کے بیان کے ساتھ ساتھ اظہار بندگی میں انداز طلب کو بھی بیان کیا ہے تا کہ ہر شخص اپنی کیفیت کے مطابق اس آیت کے معارف سے شناسائی حاصل کر سکے۔

(۳)

"اھدنا الصراط المستقیم"

اس آیت کے ذیل میں مفتی صاحب نے ہدایت کی چار اقسام بتفصیل بیان کی ہیں، چنانچہ آپ لکھتے ہیں:

۱۔　ہدایت چند طرح کی ہے ایک ہدایت الہامی جو بغیر کسی کے بتائے خود بخود حاصل ہو جیسے بچہ کا پستان چوسنا اور رو رو کر ماں کو اپنی طرف مائل کرنا خود بخود جانتا ہے۔

۲۔　دوسری ہدایت احساسی جو کہ حواس درست ہونے کے بعد حاصل ہو جیسے کہ بچہ ہوش سنبھالنے کے بعد اچھی بری چیزوں میں فرق کرتا ہے۔

۳۔　تیسری ہدایت عقلی جو عقل کی مدد سے حاصل ہو اسے ہدایت نظری بھی کہتے ہیں۔ یہ دلائل سے حاصل ہوتی ہے۔ یعنی انسان اپنی عقل کی مدد سے دلائل قائم کرے اور پھر اس سے نتیجہ نکالے۔

۴۔ چوتھی ہدایت الٰہیہ جو کہ پیغمبروں کی مدد اور حق تعالیٰ کے خاص کرم سے حاصل ہو یعنی جن چیزوں کو ہم عقل اور دلائل سے معلوم نہیں کر سکتے۔ اس کی رہبری کے لیے حق تعالیٰ نے انبیاء کرام علیہم السلام کو بھیجا۔(۱۳)

مذکورہ تقسیمات بیان کرنے کے بعد ہدایت الٰہیہ کو مزید دو قسموں میں منقسم کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

یہ پھر دو قسم کی ہے ایک ہدایت عامہ اور دوسری ہدایت خاصہ ہدایت عامہ شرعی احکام کی ہدایت ہے۔ جو نبی کی طرف سے عام مخلوق کو ہوتی ہے۔ جیسے عقائد اسلامیہ اور ظاہری اعمال اسلامیہ کی ہدایتیں اس ہدایت کو توفیق بھی کہتے ہیں۔ ہدایت خاصہ وہ جو نور نبوت یا نور ولایت سے خاص خاص لوگوں کو حاصل ہو (تفسیر عزیزی) خیال رہے کہ ہدایت الٰہیہ ہم لوگوں کے لیے آخری ہدایت ہے۔ مگر حضور ﷺ کے لیے یہ پہلی ہدایت ہے۔ یعنی الہامیہ خاص بندے پیدائشی عارف باللہ ہوتے ہیں۔ عیسیٰ علیہ السلام نے پیدا ہوتے ہی فرمایا **انی عبد اللہ**۔ یحیٰ علیہ السلام کے بارے میں فرماتا ہے **واتیناہ الحکم صبیا** ہمارے حضور ﷺ نے پیدا ہوتے ہی سجدہ کیا۔ قرآن کی پہلی آیت کے نزول کے وقت اپ اعتکاف اور ذکر الٰہی میں تھے۔ حضور غوث پاک نے رمضان کے دن ماں کا دودھ نہیں پیا۔ دنیا میں ہر چیز مرکز سے حاصل کی جاتی ہے۔ مگر مرکز براہ راست رب سے لیتا ہے تمام دنیا سمندر سے پانی لیتی ہے۔ مگر سمندر رب سے۔ تمام تارے سورج سے نور لیتے ہیں مگر سورج رب سے منور ہے۔ سمندر پانی کا مرکز، سورج نور کا مرکز۔ جناب مصطفیٰ ﷺ ہدایت کے مرکز۔(۱۴)

ان تمام اقسام کو ذکر کرنے کے بعد اس آیت میں کون سی ہدایت مراد ہے؟ اس حوالہ سے وضاحت فرماتے ہیں:

اس آیت کریمہ میں اس آخری قسم کی ہدایت رب سے مانگی گئی ہے یعنی اے پروردگار ہم کو وہ ہدایت فرما جو حواس اور عقل وغیرہ سے وراء ہے اور صرف تیرے کرم سے حاصل ہوتی ہے۔ اسی لیے کہا گیا۔ ”اھد“ تو ہمیں ہدایت دے اب اس کا تعلق گزشتہ آیتوں سے اس طرح ہو گیا کہ پہلے کہا گیا تھا ”**نعبد** اور **نستعین**“ جس میں کہ غافل بندہ تھا یعنی جہاں تک رسائی ہماری عقل وغیرہ کی ہے وہاں تک تیری مدد سے ہم نے کام کر لیا لیکن جو چیزیں ہماری عقل وغیرہ سے بالا تر ہیں۔ اے مولا اس کی ہدایت تو فرما یہاں رب کو فاعل قرار دیا گیا اب نا سے مراد ان حضرات کی

وہ جماعت ہے جو ان کی یار طریقت اور واقف حقیقت ہو۔ تو گویا کہا یہ جارہا ہے کہ اے اللہ اس جنگل میں ہم نے قدم تو رکھ دیا لیکن اپنے تک پہنچنے کا راستہ یعنی وہ راستہ جس کی تو انتہا ہو اس کی رہبری تو ہی فرمادے۔

رہبر وراہ محبت تھک نہ جاناراہ میں   لذت صحر انور دی دوریٔ منزل میں ہے

الصراط المستقیم صوفیاء کرام کے نزدیک صراط مستقیم کی چند تفسیریں ہیں ایک یہ کہ صراط مستقیم وہ راستہ ہے جو محبت اور عقل دونوں کو جامع ہو جس کا نام ہے سلوک کیونکہ محض عقل جو عشق الٰہی سے خالی ہو بے دینی ہے اور محض عشق جس میں عقل قائم نہ رہے۔ جذب ہے۔ ان دونوں راستوں میں افراط و تفریط ہے اور رب تعالیٰ کی محبت بھی کامل ہو۔ عقل بھی باقی ہو۔ یہ سلوک ہے وہی اس جگہ مطلوب ہے۔ سالک مجذوب سے اعلیٰ ہے موسیٰؑ تجلی صفات دیکھ کر بے ہوش ہوگئے یہ جذب ہوا حضور نبی کریم ﷺ معراج میں عین ذات کو دیکھ کر تبسم ہی فرماتے رہے یہ سلوک ہوا۔

موسیٰ نہ ہوش رفت بیک پر توِصفات   تو عین ذات نے نگری در تبسّمی

دوسرے یہ کہ جو راستہ ذات الٰہی تک پہنچا دے وہ صراط مستقیم ہے۔ اس کے علاوہ اور راستے افراط و تفریط سے خالی نہیں۔ یہ حضرات فقط جنت پر قناعت نہیں کرتے۔ حور و قصور پر صبر نہیں کرتے یہ تو اس راستے کو ڈھونڈتے ہیں۔ جس کی یہ منزلیں ہیں۔ گویا یہ کہا جارہا ہے۔ اے اللہ راستے بہت سے ہیں اور ادھر بلانے والے مختلف ذوق کے لوگ ہیں۔ شیطان اور راستے کی طرف دعوت دے رہا ہے نفس اور طرف کھینچ رہا ہے۔ دشمن کہیں اور لے جانا چاہتا ہے۔ دوست کہیں اور پہنچانے کی تمنا رکھتے ہیں۔ لیکن اے مولا ہم تو اس راستے کے طالب ہیں جو تجھ تک پہنچادے۔ وہ راستہ وہ ہی ہے جس میں انسان راضی برضا رہے۔ علماء کرام کے نزدیک اچھے عقیدے قلب کا سیدھا راستہ ہیں اور نیک اعمال قالب کا صراط مستقیم جو مومن کو جنت تک پہنچاتے ہیں۔ صوفیاء کرام کے نزدیک سلسلہ مشائخ وہ سیدھا راستہ ہے جو مومن کو اللہ تک پہنچاتا ہے۔ اس دعا سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ ہر شخص مرتے وقت تک راستے میں ہے منزل پر بعد موت پہنچے گا۔ جیسے مسافر راستہ میں مال و متاع کی نگرانی کرتا ہے۔ ایسے ہی ہر شخص اپنے اعمال کا نگران ہے۔ دوسرے یہ کہ اللہ بڑی نعمت یہ ہے کہ انسان کو سیدھا راستہ چلنے کی توفیق مل جائے اسی لیے سورۃ فاتحہ میں صرف اس کی دعا کرائی گئی ہے۔ تیسرے یہ کہ اللہ تک بغیر وسیلہ نہیں پہنچ سکتے۔ ورنہ پھر

راستہ کی کیا ضرورت ہوتی۔ رب ہم سے قریب ہے مگر ہم اس سے دور اس لیے ہم راہ طے کرنے کے محتاج ہیں۔(۱۵)

(۵)

"صراط الذین انعمت علیهم"

صوفیاء کرام فرماتے ہیں کہ **انعمت علیهم** سے وہ حضرات مراد ہوسکتے ہیں جن پر رب کی باطنی نعمتیں نازل ہوئیں اور جن پر نور کا چھینٹا پڑا۔ کیونکہ مشکوۃ شریف باب الایمان بالقدر میں ہے کہ حق تعالیٰ نے سیدنا آدمؑ کی پشت سے تمام روحوں کو نکالا۔ پھر ان پر نور کا چھینٹا دیا۔ بعض لوگوں پر وہ نور پڑا اور بعض اس سے محروم رہے جن پر نور پہنچا وہ ہدایت پر آجائیں گے اور جو اس سے محروم رہے وہ گمراہ ہی رہیں گے۔ کاملین حق بات کو اسی نور سے معلوم کرلیتے ہیں اور عامۃ المسلمین ان کی پیروی کر کے ہدایت پاجاتے ہیں۔ لیکن جو ان سے الگ رہا وہ تاریکی میں رہا لہٰذا انعمت سے مراد اولیاء اور سالکین راہ ہیں۔ نیز صوفیاء کرام کے نزدیک کفار **انعمت علیهم** میں داخل ہی نہیں ہیں۔ کیونکہ انہیں کسی قسم کی نعمت دی ہی نہ گئی۔ یہ دنیاوی نعمتیں مال و اولاد وغیرہ مسلمان کے لیے نعمت ہیں۔ اور کفار کے واسطے زحمت۔ کیونکہ ان سے مسلمان کے نیک اعمال میں ترقی ہوتی ہے اور کفار کی سرکشی بڑھتی ہے۔ قرآن پاک خود فرماتا ہے **ولا یحسبن الذین کفروا انما نملی لهم خیر لانفسهم انما نملی لهم لیزدادوا اثما** اس کی یوں مثال سمجھو کہ ایک شخص نے اپنے دوست کو خالص حلوہ کھلایا اور دشمن کو زہر آلود حلوہ کھلوایا۔ دونوں کو حلوہ ہی دیا ہے۔ دوست کے واسطے وہ رحمت اور دشمن کے واسطے زحمت ہے یوں سمجھو کہ ایک ہی حلوے میں سے تندرست اور بیمار نے کھایا۔ لیکن اس سے بیمار کی بیماری بڑھ گئی تندرست کو طاقت پہنچی۔ اس طرح ایک ہی نعمت مسلمان اور کافر کو ملتی ہے۔ لیکن کافر کو کفر کی بیماری ہے۔ جس کی وجہ سے اس کے لیے یہ زہر ہے۔(۱۶)

(۶)

"غیر المغضوب علیهم ولا الضآلین"

صوفیاء کرام فرماتے ہیں کہ مغضوب اور ضال وہ ہیں جو اس ازلی نور کے چھینٹے سے محروم رہ گئے یا مغضوب وہ جو مقبول ہو کے مردود بنے یا وہاں حاضر ہو کر غائب ہوگئے یا مغفورین کے زمرے میں رہ کر مقہور بنے۔ دار السرور سے نکل کر دار الغرور میں آگئے جیسے ابلیس اور بلعم بن با

عورہ اور ضالین وہ لوگ ہیں جو وہاں تک پہنچتے ہی نہیں یا تو یہاں سے چلے ہی نہیں یا چلے مگر راستے میں رہ گئے تو آیت کا مقصود یہ ہو گیا کہ خداوند ہم کو نہ تو ان لوگوں میں سے بنا تا جو تجھ تک پہنچتے ہی نہیں اور نہ ہی ان سے جو پہنچ کر لوٹے یہ مقام بہت نازک ہے۔ انسان کو چاہئے کہ اپنے ظاہر علم اور تقوے پر اعتماد نہ کرے بہت سی کھیتیاں پک کر برباد ہو جاتی ہیں **اللھم ارزقنا حسن الخاتمة** ماوشما تو کیا انبیائے کرام نے بھی استقامت کی دعائیں مانگی ہیں۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے عرض کیا **توفنی مسلما و الحقنی بالصلحین**۔ شرح فقہ اکبر میں ہے کہ کسی تیلن نے سلطان العافین با یزید بسطامیؒ سے پوچھا کہ آپ کی داڑھی اچھی ہے یا میرے بیل کی دم فرمایا کہ اگر میں دنیا سے ایمان سلامت لے گیا تو میری داڑھی بدرجہا بہتر ہے اور اگر یہ دولت مجھ سے چھن گئی تو تیرے بیل کی دم میری داڑھی سے کہیں اچھی ہے کیونکہ پھر جہنم میرے لیے ہو گا نہ کہ جانور کے لیے۔ اے مغرور انسان ابھی تو کس بات پر فخر کرتا ہے۔ ابھی تیرے سامنے نزع کی سختی قبر کی تنگی قیامت کی وحشت میزان کا معاملہ پل صراط سے گزرنا باقی ہے۔ جس وقت ان شاء اللہ تعالیٰ پل سے بخیریت گزر جائیں گے تب یہ کہیں گے۔

الله الحمد نہ مردیم رسیدیم بدست　　　　آفرین باد بریں ہمت فروانہ ما

مگر سب کی اصل یہ ہے:

گر محمد ﷺ کا ساتھ ہو جائے　　　　پھر تو سمجھو نجات ہو جائے (۱۷)

حاصل بحث:

اس مقالہ میں فقط سورہ فاتحہ سے صوفیانہ جہات کی اہمیت کو اجاگر کیا گیا ہے، ضرورت اس امر کی ہے کہ اس تفسیر کے صوفیانہ منہج پر ایم فل اور پی ایچ ڈی کی سطح پر کام کرایا جائے تاکہ قرآن کریم کے باطنی معارف سے بھرپور استفادہ کیا جاسکے۔ اس کے ساتھ اس تفسیر میں ایک خامی یہ نظر آتی ہے کہ اس میں مفرنے جابجا یہ ذکر کیا ہے کہ صوفیاء فرماتے ہیں یا ذکر کرتے ہیں مگر ان کے اقوال و افکار کے بیان میں حوالہ جات کا التزام نہیں کیا تو اس کمی کو آئندہ آنے والے محققین پورا کر سکتے ہیں تاکہ ان روایات کے مصادر تک رسائی ممکن ہو سکے، الختصر دور حاضر میں تفسیر نعیمی میں صوفیانہ افکار کا تجزیاتی مطالعہ نہ صرف مفید و مؤثر ہے بلکہ معاشرہ کے عوام و خواص کے لیے مثبت کردار کا حامل ثابت ہو سکتا ہے۔

حوالہ جات وحواشی

۱۔ مجلس علمیہ، فیضان مفتی احمد یار خان نعیمی، فیضان مدینہ کراچی، ص۳۔ مولانا عبدالحکیم شرف قادری نے آپ کی تاریخ ولادت شوال ۱۳۲۴ھ / 1906ء لکھی ہے، ملاحظہ کیجئے: تذکرہ اکابر اہلسنت، ص۵۸

۲۔ صدیقی، شیخ بلال احمد، حالات زندگی، نعیمی کتب خانہ گجرات ۲۰۰۴ء، ص۱۷۶

۳۔ ایضاً محولہ بالا

۴۔ صدیقی، حالات زندگی، ص۱۷۷

۵۔ مجلس علمیہ، فیضان مفتی احمد یار خان نعیمی، ص۴۶

۶۔ حالات زندگی حکیم الامت ص۱۷۷۔۱۷۸

۷۔ تفسیر نعیمی،۹/ ۲۷۰

۸۔ حیات سالک ص۱۰۱۔۱۰۲،حیات حکیم الامت ص۵۵

۹۔ نعیمی، مفتی احمد یار خان، تفسیر نعیمی، مکتبہ اسلامیہ، لاہور، پاکستان، س۔ن، ص۵۳

۱۰۔ ایضاً ص۵۴

۱۱۔ ایضاً ص۷۰

۱۲۔ ایضاً ص۷۶

۱۳۔ ایضاً ص۸۱

۱۴۔ ایضاً ص۸۲

۱۵۔ ایضاً ص۸۲۔۸۳

۱۶۔ ایضاً ص۸۸

۱۷۔ ایضاً ص۹۲